49051 ـ كمپنی ايك سی ڈی پانچ سور ريال ميں فروخت كر كے كچھ مدت كے بعد خريدار كو42500 ريال ادا كرتی ہے

سوال

ہم ايك نوجوان گروپ سے تعلق ركھتے ہيں، ہبۃ الجزيرہ نامی كمپنی نے ہميں نظام ميں شركت كی پيشكش كی ہے، ہم اس معاملہ كے متعلق شرعی حكم معلوم كرنا چاہتے ہيں، يہ علم ميں رہے كہ كمپنی ايك شرعی سی ڈی پايچ سو ريال ميں فروخت كرتی ہے، اور ايك سے دو ماہ ميں وہ خريدار كو چھو سو ريال ديتے ہيں، اور ايك برس سے تين برس كی مدت ميں 42500 ريال ديتے ہيں، جسے وہ خريدار كے ليے ہديہ شمار كرتے ہيں، ہم اس كا وضاحت كے ساتھ جواب چاہتے ہيں تا كہ ہم اس ميں شركت كر سكيں، يا پھر ہم اپنے بھائيوں كو اس سے دور رہنے اور بچنے كا كہہ سكيں.

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اس طرح كی كمپنی كے متعلق حكم تو اس وقت ہی بيان كيا جا سكتا ہے جب يہ واضح ہو جائے كہ خريداروں كا مقصد كيا ہے، يہ فروخت كرنے اور دوسروں كو دھوكہ دينے كا طريقہ ہے، جس پر كمپنی كے نظام كا تعارف كرانے كے ليے پرنٹ شدہ اوراق كے ذريعہ عمل كيا جاتا ہے.

مسئولہ مسئلہ پر غور و فكر اور بعض اقتصادی ماہرين، اور كمپنی كے بعض نمائندوں سے بات چيت كرنے كے بعد درج ذيل واضح ہوا ہے:

1 ـ كمپنی نے اپنے كام كا آغاز ايك شرعی علوم اوراس سےملحق علمو پر مشتمل سی ڈی تيار كر كے كيا، اس كو ايك نمونہ شمار كرتے ہوئے اس كے مطابق جواب ہو گا، كيونكہ كمپنی اسے فروخت كر رہی ہے، اس ليے كہ اگرچہ وہ سامان جس كی ماركيٹنگ كمپنی كر رہی ہے وہ مختلف ہے، ليكن يہ معاملہ كی حقيقت كو نہيں بدل سكتا.

2 ـ كمپنی يہ سی ڈی پانچ سو ريال ميں فروخت كر رہی ہے، حالانكہ سامان اور طلب كی حقيقت كے اعتبار سے اس طرح كے موضوع اور كوالٹی كی سی ڈی كی قيمت اس سے كئی گنا كم ہے.

3 – كمپنی كی جانب سے بدلہ دينے كے نظام كے اعلان ميں فروخت كردہ سی ڈی كا كوئی ذكر نہيں كيا گيا، اور نہ ہی اس ميں موجود علمی مواد اور اس كے فوائد و اہميت اور خريداروں كی ضرورت كا ذكر ہے، بلكہ ساری كلام تو

مالی بدلہ اور اس کے نظام کےگرد ہی گھومتی ہے.

4 ۔ سارے یا اکثرخریدار جو کمپنی میں آتے ہیں وہ بدلہ کے نظام کے متعلق ہی دریافت کرتے ہیں، اور وہ سی ڈی اور اس میں علمی مواد کے متعلق کچھ نہیں پوچھتے ۔ چہ جائیکہ اس کا کسی اور چیز کے ساتھ مقارنہ اور موازنہ کریں ۔ حالانکہ سی ڈی کی ادا کردہ قیمت بہت بڑی (پانچ سو ریال) ہے، عام طور پر خریدار کو ایسی سی ڈی کے لیے اتنی بڑی رقم خرچ کرنے سے منع کیا جاتا ہے جس کے متعلق اسے علم ہی نہ ہو کہ اس میں کیا ہے، اور نہ ہی وہ اس کے متعلق پوچھتا ہے، بلکہ اسے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ اس سی ڈی میں ہے کیا.

5 ۔ ہم نے کچھ لوگوں سے سنا ہے کہ انہوں نے بہت ساری سی ڈیز خریدی، بلکہ بعض نے تو دو لاکھ ریال سے بھی زیادہ، اور اس سے بھی زیادہ ہم نے سنا ہے، تو وہ اتنی زیادہ تعداد میں سی ڈیز کیا کرتے ہیں ؟!

حالانکہ اگر بالفعل اسے ضرورت بھی ہو تو عام طور پر تو انسان ایک سی ڈي سے زیادہ کا محتاج ہی نہیں.

6 ۔ بعض سی خریداروں کے پاس تو کمپیوٹر بھی نہیں ہے، بلکہ ان میں سے کچھ تو ایسے بھی ہیں جو شرعی علم کا اہتمام بھی نہیں کرتے، اور نہ ہی انہیں سی ڈی میں موجود مواد کی ضرورت ہے، بلکہ ان میں ایسے افراد بھی ہیں جنہیں عربی زبان آتی ہی نہیں، بلکہ ایسے بھی ہیں اصل میں مسلمان ہی نہیں !!

تو پھر یہ لوگ اس سی ڈی کو خریدنے کی طرف کیوں لپک رہے ہیں، حالانکہ وہ اپنی اساسی ضروریات کی اشیاء جو اس سی ڈیز سے بھی زیاد اہم اور فائدہ مند ہیں وہ نہیں خریدتے ؟

اور اگر فرض کریں کہ وہ ان سی ڈیز کے محتاج ہیں اور وہ ان سے فائدہ حاصل کرینگے، تو وہ ان سی ڈیز سے اعراض کر رہے ہیں جو ان کے لیے فائدہ مند تھیں اور اس کی قیمت بھی اس سی ڈي سے بہت کم ہے جس کی طرف وہ لپک رہے ہیں !!

7 ۔ یہ ثابت ہوا ہے کہ ان خریداروں میں سے تو کچھ نے وہ سی ڈیز خریدنے کے بعد کمپنی سے خریداری کی رسید حاصل کر کے باہر آتے ہی کمپنی کے آفس کے باہر ہی پھینك دیں !!!

8 ۔ جو رقم بدلے میں واپس کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ سی ڈیز کی قیمت سے کئی گنا زائد ہے؛ اس بنا پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ فروخت کردہ سامان کی قیمت سے ڈسکاؤنٹ ہے.

9 ۔ جس رقم کی واپسی کا وعدہ کیا گیا ہے وہ سامان کی ادا کردہ قیمت سے کئی گنا زائد ہے، قیمت (500 ریال) ہے، پھر ایك ماہ سے تین ماہ کی مدت میں خریدار کو (600) ریال، اور ایك سال سے تین سال کی مدت میں (42500) ریال دیے جائینگے، جو کہ (85) سی ڈیز کی قیمت کے برابر ہے، اور انہوں نے یہ صراحت کی ہے کہ خریدار اس

وقت تك دوسرا ہديہ لينے كا مستحق نہيں جب تك اس كے نيچے (340) ماركيٹنگ كرنے والے نہ ہوں جو اس بات كى دليل ہے كہ بعد ميں خريدنے والوں كے ليے دوسرے ہديہ كى مدت بہت زيادہ ہے، بلكہ بعض كے ليے تو تقريبا يہ حاصل كرنا محال ہى ہوگا، خاص كر يہ احتمال ہے كہ كمپنى ہى بند ہو جائے، يا پھر كمپنى اس كام كو اچانك بند كر دے.

10 ـ كمپنى خريدار كے ليے لازم كرتى ہے كہ وہ اس اقرار نامہ پر دستخط كرے كہ اسے كوئى بھى مبلغ اور رقم لينے كا حق نہيں، اور ان شروط پر دستخط كرنے سے پہلے سى ڈى فروخت ہى نہيں كى جاتى.

11 ـ يہ ديكھتے ہوئے كہ اكثر خريداروں كا مقصد سى ڈى نہيں، اور نہ ہى وہ اصل ميں سى ڈى چاہتے ہيں، كمپنى نے كچھ عرصہ بعد ايك نئى سوچ اور فكر بنائى كہ سى ڈى كے خريداروں ميں سے جسے سى ڈى كى ضرورت نہيں اور وہ اس كى رغبت نہيں ركھتا تو يہ سى ڈيز ضرورتمندوں ميں بطور ہديہ يا فنڈ تقسيم كر دى جائيں، اور يہ كسى معاملہ كے حكم كو تبديل نہيں كرتا، كيونكہ عقد اور معاہدوں ميں معتبر تو حقائق ہوتے ہيں.

يہ سارے اسباب جمع ہو كر ہميں يہ يقين دلاتى ہيں كہ ـ اگر سارے نہيں تو ـ اس معاملہ ميں شامل ہونے والے اكثر لوگوں كا مقصد اس رقم كى حاصل كرنا ہے جس كا ان سے وعدہ كيا جا رہا ہے، نہ كہ سامان سے فائدہ حاصل كرنا، اور حقيقت ميں يہ معاملہ اس طرح ہے: بہت زيادہ ادھار نقدى كو قليل نقد رقم كے ساتھ خريدنا ہے، جو اس معاملہ ميں حرام داخل كرتى ہے، يا تو حيلہ سازى كے اعتبار سے ـ اگرچہ ظاہرى معاملہ سے حرام تك جانے كا مقصد ہے ـ يا پھر اس اعتبار سے كہ جو بھى حرام كى طرف لے جائے تو وہ بھى حرام ہے، اور برائى كى طرف لے جانے والى راہ كو روكنا واجب ہے، اور ان دروازوں كو بند كرنا جن سے لوگ حرام ميں پڑ جائيں.

اس ليے شريعت اسلاميہ نے بہت سارے معاملات اور نكاح جس كے ظاہر سليم العقد ہيں مثلا بيع العينہ (سودى بيع) اور نكاح حلالہ وغيرہ كو ممنوع قرار ديا ہے، اور علماء كرام نے كتب فقہ ميں حيلہ بازى كى بہت سارى صورتيں بيان كى ہيں.

اس معاملہ ميں اہم ممنوعہ اشياء كو درج ذيل نقاط ميں بيان كيا جا سكتا ہے:

1 ـ يہ معاملہ ـ كم از كم خريدار كى جانب سے ـ سود پر مشتمل ہے، اگر تو وہ نقدى يعنى رقم چاہتا ہے نہ كہ سامان، تو اس نے پانچ سو ريال اس ليے ديے ہيں كہ تقريبا ايك ماہ بعد چھ سو ريال حاصل كر سكے، اور تين برسوں كے بعد (42500) ريال حاصل كر سكے، تو اس ميں دو قسم كا سود شامل ہو گا، ايك تو زيادہ ہونے كى بنا پر ربا الفضل، اور ادھار كى بنا پر ربا النسيئۃ.

اور پھر اللہ سبحانہ و تعالى كا فرمان ہے:

اور اللہ تعالی نے خرید و فروخت حلال کی ہے، اور سود کو حرام كيا ہے البقرة (275).

اور ايك دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

اے ايمان والو اللہ تعالى كا تقوى اختيار كرو اور باقی مانندہ سود چھوڑ دو اگر تم مومن ہو، اگر تم ايسا نہيں كروگے تو پھر اللہ تعالى اور اس كے رسول كے ساتھ جنگ كرنے كے ليے تيار ہو جاؤ البقرة (278 ـ 279).

2 ـ يہ قمار بازی اور جوے پر مشتمل ہے، كيونكہ اس ميں شريك ہونے والے نے حقيقت ميں مال ادا كيا ہے، يا پھر غالبا اس نے مال اس ليے ديا ہے كہ وہ رقم حاصل كر سكے جسے وہ بدلہ يا ہبہ كا نام ديتے ہيں، اور وہ رقم ہو سكتا ہے اسےملے يا نہ ملے ۔ اس بنا پر كہ كمپنى اس كے سامنے يہ شرط ركھی ہے كہ يہ كوئى لازمى وعدہ نہيں بلكہ يہ تو صرف اس كى جانب سے ہديہ وغيرہ ہو گا!!! اور يہى قماربازی اور جوے كى حقيقت ہے.

اللہ سبحانہ و تعالى كا فرمان ہے:

اے ايمان والو! بات يہى ہے كہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نكالنے كے پانسے كے تير يہ سب گندی باتيں، شيطانی كام ہيں، ان سے بالكل الگ رہو تا كہ تم كامياب ہو جاؤ، شيطان تو يہى چاہتا ہے كہ شراب اور جوئے كے ذريعہ تمہارے آپس ميں ميں عداوت اور بغض پيدا كر دے اور تمہيں اللہ تعالى كى ياد اور نماز سے روك دے تو اب بھی باز آ جاؤالمآئدۃ (90).

اور جوا دھوكے كى ايك قسم ہے، صحيح حديث سے ثابت ہے كہ:

ابو ہريرہ رضى اللہ تعالى عنہ بيان كرتے ہيں كہ:

" نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے دھوكہ كى بيع سے منع فرمايا "

صحيح مسلم حديث نمبر (1513).

اور غرر يعنى دھوكہ يہ ہے كہ: جس كے حصول ميں شك ہو، يا پھر جس سے مقصود يہ ہو كہ اسے پتہ نہيں آيا وہ اسے ملے گا يا نہيں.

شرح حدود ابن عرفۃ (1 / 350).

3 ـ يہ دھوكہ و فراڈ اور لوگوں كو مال كا لالچ دينے پر مشتمل ہے، پھر انہيں يہ كہا جاتا ہے كہ:

ہم پر تمہاری جانب سے كوئى چيز لازم نہيں، يہ اس دروازے كو كھولنا ہے كہ خريداروں كو بدلہ دينے كا وعدہ كر

کے ان سے کئی ملین ریال جمع کر لیے جائیں اور پھر ان میں اکثر کو کچھ بھی نہ دیا جائے، یا پھر جو دے اسے دیا جائے، اور جو تاخیر کرے اسے تاخیر سے دیا جائے، اور جو جلد دے اسے جلد دیا جائے، کسی بھی معلوم اصول و ضوابط اور شروط کے بغیر، اور قانونی چارہ جوئی کے دائرہ کار سے باہر رہتے ہوئے.

4 ـ یہ لوگوں کا ناحق اور باطل طریقہ سے مال کھانے پر مشتمل ہے ؟!

اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

اے ایمان والو تم اپنا مال آپس میں باطل کے ساتھ مت کھاؤ، مگر یہ کہ وہ تمہاری آپس کی خوشی اور رضامندی سے تجارت کے ساتھ ہو النساء (29).

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" یقینا تمہارا خون اور تمہارا مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں "

صحیح بخاری حدیث نمبر (1739) صحیح مسلم حدیث نمبر (1679).

خریدار سے قبل بائع یہ جانتا ہے کہ کوئی بھی حقوق کے عدم مطالبہ کے معاہدہ پر دستخط کرنا ایسا امر ہے جو حقیقی رضا سے نہیں ہوا، جبکہ اس معاہدہ پر دستخط کرنے والے کے نفس میں طمع و لالچ موجود ہے، اور اس میں کمپنی کے معاہدوں کے متعلق کچھ نہ کچھ امانت کے ساتھ بدلہ اور ہدیہ جات تقسیم کرنے اور کمپنی بند نہ ہونے کا بھروسہ پایا جاتا ہے، جسے خریدار یقینی وعدہ شمار کرتا ہے.

سوال نمبر (40263) کے جواب میں بزنس اور اس جیسی دوسری کمپنیوں کے دھوکہ و فراڈ پر مشتمل معاملات کے متعلق بیان ہو چکا ہے، اس میں اس طرح کے معاملات کے اسباب اور لوگوں کا اس کی جانب لپکنے کا بھی ذکر ہے، اور اسطرح گیارہ عام شرعی قاعدے اور اصول بھی بیان ہوئے ہیں جو اس طرح کے معاملات کے شرعی حکم اور اس سے دور رہنے کے متعلق نفس کےممد و معاون ہیں آپ اس جواب کا مطالعہ کریں.

آخر میں یہ عرض کرتے ہیں کہ: مسلمان کو چاہیے کہ وہ مباح تجارتی اور سرمایہ کاری منصوبہ جات پر خوش ہو اور ان کی کامیابی کا متمنی ہو اور اس میں مزید وسعت اور منافع کی امید رکھے، اور یہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی خیر و بھلائی سےمحبت ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو "

مسند احمد حدیث نمبر (16219) اس حدیث کی اصل بخاری اور مسلم میں بھی ہے.

اور اگر یہ منصوبہ جات اشیاء پروڈکٹ تیار کرنے کے ہوں، نہ کہ کھپت کے تو یہ افضل و زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ مسلمان معاشرے کی تقویت کا باعث بنتے ہیں، لیکن اسکا یہ تقاضا نہیں کہ ان نئے معاملات میں پائے جانے والی شرعی مخالفات کو ہی بیان نہ کیا جائے۔ یہ مخالفات بعض ان نظاموں کو لینے اور استعمال کرنے کا نتیجہ ہیں جو حلال و حرام کا خیال نہیں رکھتے۔ اور یہ اس لیے کہ لوگوں کو حرام کمائی اور حرام مال یا حرام عطیہ وغیرہ سے دور رکھا جائے.

اس کمپنی کے اعمال کے متعلق یہ واضح ہوا ہے، اور میں کمپنی کے مالکان سے محبت اور شفقت کرتے ہوئے انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان کی کمپنی کے اعمال کی پلاننگ موجود ہے، جس میں وسعت اور بہت سارے لوگ شامل ہیں، اس کے ساتھ عمل کے اسلوب میں ایسی اشیاء بھی ہیں جن پر شك کیا جا سکتا ہے، تو وہ اپنی اس کمپنی کے معاملہ کو کسی علمی ادارے کے سامنے پیش کریں تا کہ وہ اس کے متعلق فتوی جاری کریں، تو اس طرح کمپنی کے مالکان اور ذمہ داران بری الذمہ ہو سکیں اور جانبی اختلافات کو ختم کر سکیں، اس سلسلہ میں ان شاء اللہ مستقل فتوی کمیٹی کافی ہے.

اور اپنے مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ حلال اور پاکیزہ کھائیں اور حرام چاہے جتنا بھی زیادہ اور دیدہ زیب ہو اس سے اجتناب کریں اور دور رہیں، کیونکہ جو جسم بھی حرام پر پلتا ہے وہ جہنم کی آگ کے زیادہ قابل اور لائق ہے، اور پھر یہ یاد رکھیں جو کوئی بھی کسی چیز کو اللہ تعالی کے لیے ترك کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے.

اللہ تعالی سے ہماری دعا ہے کہ اس نے جو ہمیں حلال روزی دی ہے اس پر قناعت کی توفیق دے، اور اپنے حلال کے ساتھ ہمیں حرام کردہ سے بچا کر رکھے، اور ہمیں حق کو حق دیکھنے کی توفیق نصیب فرمائے، اور اپنی اتباع و پیروی کرنے کی توفیق دے، اور ہمیں گمراہیوں اور خواہشات اور شبہات و شہوات کے فتنوں سے بھی محفوظ رکھے.

اللہ تعالی ہی زیادہ علم رکھنے والا ہے.

جواب کی تکمیل کے لیے ہم ذیل میں کچھ مناقشات و اعتراضات درج کرتے ہیں جنہیں ہم نے جواب کی طوالت دور کرنے کے لیے علیحدہ کیا ہے:

کوئی قائل یہ بھی کہہ سکتا ہے:

کیا کمپنی کےلیے اپنی پروڈکٹ کی ترویج اور معروف اور مارکیٹنگ زیادہ کرنے کے لیے خریداروں کو کچھ معلوم انعامات تقسیم کرنے جائز نہیں ؟ تو جو دوسروں کے لیے مباح ہے وہ کمپنی پر حرام کیوں ہیں ؟

اس کا جواب یہ ہے:

ایسے سامان کی خریداری جس پر انعامات دیے جائیں اصل میں ہمارے علماء کرام کا اختلاف ہے، بعض علماء کرام تو اسے مطلقا حرام کہتے ہیں، جن میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ اور مستقل فتوی کمیٹی کے کئی ایك فتاوی جات شامل ہیں، اس کے کئی ایك اسباب ہیں جن میں ایك سبب یہ بھی ہے کہ اس سے دوسرے فروخت کرنے والے تاجروں کے دلوں میں کینہ و بغض پیدا ہوتا ہے.

اور علماء نے انعامی مقابلہ کی ممانعت کا فتوی جاری کیا ہے کیونکہ اسمیں جوا اور قمار بازی پائی جاتی ہے، اور لوگوں کو انعام کے لالچ میں ایسی اشیاء خریدنے کی رغبت دلائی جاتی جس کی انہیں ضرورت بھی نہیں ہوتی اس فتوی کو بالتفصیل دیکھنے کے لیے آپ سوال نمبر (22862) کے جواب کا مطالعہ کریں.

اور ہمارے کچھ علماء نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے لیکن اس کو کچھ شروط سےمقید کیا ہے ان میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ شامل ہیں ان کا کہنا ہے:

" کمپنیاں اپنا مال خریدنے والوں کے لیے انعام رکھتی ہیں، تو اس سلسلہ میں ہم یہ کہینگے: جب دو شرطیں پائی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں:

پہلی شرط:

قیمت ـ یعنی سامان کی قیمت ـ اس کی حقیقی قیمت ہو، یعنی انعام کی بنا پر اس کی قیمت میں اضافہ نہ کیا گیا ہو، اگر انعام کی خاطر قیمت بڑھا دی گئی ہو یہ قمار بازی اور جوا ہے حلال نہیں.

دوسری شرط:

انسان انعام حاصل کرنے کے لیے سامان نہ خریدے، اگر اس نے صرف انعام حاصل کرنے کی غرض سے سامان خریدا نہ کہ اس کی ضرورت کی بنا پر تو یہ مال ضائع کرنے کے مترادف ہو گا، ہم نے سنا ہے کہ بعض لوگ دودھ یا لسی کا ڈبہ خریدتے ہیں، انہیں اس کی ضرورت تو نہیں ہوتی لیکن وہ اس لیے خریدتے ہیں کہ ہو سکتا ہے اسے انعام مل جائے، تو آپ دیکھتے ہیں کہ اسے بازار یا پھر گھر کے ایك کونے میں انڈیل دیتا ہے، تو یہ جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں مال ضائع ہوتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے.

دیکھیں: اسئلۃ الباب المفتوح نمبر (1162).

جس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا گیا ہے اس میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں، کیونکہ سی ڈی کی قیمت اس کی اصل قیمت سے بہت زیادہ رکھی گئی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہی سی ڈی بغیر

کسی انعامی مقابلے والے نظام کے مارکیٹ میں پیش کی جائے تو اس قیمت میں کوئی بھی نہ خریدے، اور نہ ہی لوگ اس سی ڈی کو اتنی بڑی تعداد میں خریدیں.

اور دوسری شرط کا نہ پایا جانا تو اسے بیان کرنے سے بھی واضح ہے، کیونکہ بہت سارے خریدار تو اس سی ڈی میں موجود مضامین کو اہم نہیں سمجھتے، اور بعض تو اصل میں عربی جانتے ہی نہیں، اور بعض اس سی ڈی کو خرید کر کمپنی سے نکلتے ہی پھینك دیتے ہیں، اور بعض یہ سی ڈی سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں خریدتے ہیں جس سے دیکھنے والے کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ مال چاہتے ہیں نہ کہ سی ڈی، وگرنہ یہ لوگ مارکیٹ میں کئی برس سے موجود اس طرح کی کم قیمت پر دستیاب سی ڈی کیوں نہیں خریدتے ؟! اور اگر کوئی سی ڈی چاہتا بھی ہو تو یہ بہت نادر ہے، اور نادر چیز پر احکام کی بنا نہیں ہوتی.

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ سدذرائع کے سبب سے حرمت میں یہ شرط نہیں لگائی جاتی کہ لین دین کرنے والے حرام کا قصد کریں؛ بلکہ عادت میں اس کا کثرت سے اس کا قصد ہی کافی ہے، یہ اس لیے کہ غالبا فی نفسہ مقصد منضبط نہیں ہوتا، جبکہ یہ باطنی امور میں سے ہے جس کا اعتبار مشکل ہے؛ چنانچہ قصد کے گمان کا اعتبار کیا گیا ہے اگرچہ اس کا پیچھے رہنا صحیح ہو، یعنی واقعہ نہ ہونا "

اس کی وضاحت کے لیے دیکھیں: اعلام الموقعین (3 / 148) اور اغاثۃ اللھفان (1 / 376) اور الموافقات للشاطبی (2 / 361).

یہ سب کچھ اس کی دلیل ہے کہ یہ لوگ نقدی چاہتے ہیں، اور معاہدہ کی صورت میں جتنی بھی تعدیل کر لی جائے پھر یہ نقد کی نقد کے ساتھ خریداری ہے.

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" حرام اشیاء کے حقائق و مقاصد کے موجود ہوتے ہوئے اس کی صورت اور نام جتنے بھی تبدیل کر لیے جائیں یہ اس خرابی و فساد میں اور بھی زیادتی کا باعث ہیں جس کی بنا پر وہ حرام کی گئی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینے کی بھی کوشش ہے، اور اس کی شریعت و دین میں مکر و فریب اور دھوکہ و نفاق کی کچھ نسبت ہے، اور یہ کہ کوئی چیز اس کی خرابی و فساد کی بنا پر حرام کی جاتی ہے، اور اس سے بھی بڑی کی بنا پر اسے مباح کر رہا ہے.

اسی لیے ایوب السختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وہ اللہ تعالی کو اس طرح دھوکہ دیتے ہیں جس طرح بچوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے.

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے:

کمپنی کا اپنی اشیاء اور پروڈکٹ فروخت کرنے کے ذریعہ سود تك پہنچنا نہیں، بلکہ ان اشیاء کی مارکیٹنگ ہے.

تو اس کا جواب یہ ہے:

جو مسلمان تجارتی امور سرانجام دے اور اسے علم ہو کہ اس کے گاہك کا خریداری سے حرام مقصد رکھتے ہیں تو اس کا حکم کیا ہو گا، مثلا جو شخص انگور یا اسلحہ فروخت کرتا ہے، اور اسے علم ہو کہ اس کے اکثر خریدار اسے حرام میں استعمال کرتے ہیں ؟

تو اس کا جواب یہ ہے:

یہ حرام ہے، جیسا کہ اہل علم نے بیان کیا ہے "

دیکھیں: المغنی (4 / 155) اور الفتاوی الکبری (2 / 239).

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے:

کمپنی نے خریداروں کی جانب سے سی ڈی صدقہ کرنے کا ذمہ بھی لے رکھا ہے جو خریدار سی ڈی نہیں چاہتے ان کی جانب سے ضرورتمندوں کو تقسیم کر دی جائیگی.

تو انہیں یہ جواب دیا جائیگا:

لوگوں کو خالص صدقہ کی دعوت کیوں نہیں دی جاتی، اور ان کی نیتوں کو دنیاوی فائدوں کے مقاصد کے ساتھ پراگندہ نہ کیا جائے، سامان سے چھٹکارا پانے کے لیے اسے صدقہ بنا دیا جاتا ہے، تو اس حالت میں اجر کیا ہو گا ؟

شیخ ابن باز رحمہ اللہ ایسے انعامی مقابلہ کے حرام ہونے کا فتوی ہے جس میں ادا کردہ صدقہ پر شامل ہو، اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے آپ سوال نمبر (11341) کے جواب کا مطالعہ کریں.

اسی طرح تقسیم کرنے والوں کو یہ بھی کہا جائیگا کہ اگر تم اس سی ڈیز میں پائے جانے والے مادہ کومد نظر رکھتے ہوئے سی ڈی کو صدقہ کرنے کی حرص رکھتے ہو تم اس سی ڈی کی کاپی کرا کر تقسیم کر سکتے ہو، کیونکہ کمپنی اس سے منع نہیں کرتی، یا پھر سستی اور کم قیمت والی زیادہ فائدہ مند سی ڈیز صدقہ کر سکتے ہو جو ان سی ڈیز سے زیادہ ہونگی.

اور یہ بھی کہا جائیگا کہ:

سی ڈی اس حقیقتا (500) ریال کی رقم کے برابر ہے، اگر انفرادی حقوق ملکیت کے خلاف زیادتی نہ کی جائے، تو اس کا جواب یہ ہے:

اول:

مارکیٹ کی گردش ہی فی الواقع سامان کی قیمت کی متعین کرتی ہے، اور اسے تیار کرنے کی کوشش متعین نہیں کرتی، یہ تو مانگ اور پیش کرنے کی حرکت کے حساب سے ہوتی ہے، اور اس جیسی دوسری چیز ہونا یا نہ ہونا بھی اس میں اثر انداز ہوتا ہے، اور پھر مارکیٹ میں اس کمپیٹشین کی قوت کتنی ہے اور مارکیٹ میں موجود سامان کی کوالٹی اور اس کی قیمت کا بھی دخل ہے.

دوم:

کمپنی نے کاپی کرنے کے حقوق اپنے پاس محفوظ نہیں رکھے، اور اپنے اس حق کو ساقط کر دیا ہے، اور یہ چیز بلاشك موجودہ فروخت ریٹ کو کم کرنے کا باعث ہے، کیونکہ یہ بالکل آسانی سے مل سکتی ہے.

سوم:

ان خریداروں کی کثرت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اس سامان کو نہیں چاہتے اس لیے یہ سی ڈی لوگوں کے ہاں بہت زیادہ ہو گئی ہے، اور بعض اوقات تو بغیر کسی عوض و قیمت کے مل جاتی ہے، اگر صرف فروخت ہو تو پھر اس کا قیمت میں ضرور اثر ہوگا.

تنبیہ:

پہلے میرے پاس ایك بھائی آیا اور اس نے بتایا کہ وہ کمپنی میں ملازم تھا، اور اس نے مجھ سے اپنی ملازمت اور کام کے بارہ میں دو سوال دریافت کیے، تو میں نے اسے جواب لکھ کر دیا، لیکن اس نے کمپنی کے کام کی مکمل تفصیل نہیں بتائی تھی، اور نہ ہی اس کی پروڈکٹ کی قیمت اور اس انعام اور بدلے کی آخری مقدار.... الخ.

تو میں نے اسے ان دو محدد سوالوں کا جواب اس بنا پر دیا تھا جو اس نے میرے سامنے بالمشافہ بیان کیا تھا، نہ کہ اس بنا پر جو کمپنی اپنے نظام اور تفاصیل اور فروخت اور اس کے تابع معاہدے ہیں.

اس سے واضح ہوا کہ میرا پہلا لکھا ہوا جواب وہ سائل کے ان دو محدود سوالوں کا جواب تھا جو اس نے مجھ سے شخصی طور پر کیے تھے نہ کہ اس کمپنی میں ملازمت اور اس کے کام کے جواز کا فتوی، میں نے جواب لکھ کر دیا

تھا اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، اور چھپوا کر تقسیم کیا جا رہا ہے اسے مد نظر رکھتے ہوئے شرعی طور پر اس کی وضاحت کرنا ضروری تھی.

اللہ تعالی قصد کے پیچھے ہے.

واللہ اعلم .